

ہری پور سنٹرل جیل سے ایک خط

انشائیہ ساروتی

— آج ہری پور سنٹرل جیل میں جناب ایڈیٹر الحق کے ساتھ گرفتار ہوئے ہمارا ماہوں ۵۲ دن ہے۔
 قارئین الحق نے گزشتہ پرچہ کے نقش آغاز کے صفحہ پر مولانا کی گرفتاری کے نتیجہ میں نقش آغاز سے محرومی کا
 بڑی شدت سے احساس کیا ہوگا۔ اس دفعہ بھی میں نے بہت کہا کہ آپ جیل ہی سے نقش آغاز لکھ کر بھیج دیجئے
 مگر وہ اپنی طبیعت آمادہ نہ کر سکے۔ اور کہا کہ ایک تو سنسر شپ کی ظالم تلوار نے قلم کی آزادی ہی نہیں چھینی
 بلکہ اُسے قتل کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسے حالات میں کون وقت ضائع کرے۔ دوسری بات یہ کہ حالات اتنی
 تیزی سے بدل رہے ہیں اور تحریک کی رفتار اپنی منزل مقصود کی طرف اتنی تیز ہے کہ ہر صبح اور ہر شام حساسات
 اور جذبات کے نئے نئے موڑ سامنے آ رہے ہیں۔ ایسے حالات میں کون سے نقطہ پر جم کر اظہار خیال کیا جائے۔
 اس بناء پر میں نے چاہا کہ الحق کے پیارے قارئین سے اس خط کے ذریعہ مخاطب ہو کر کچھ نہ کچھ باتیں کی جائیں
 اور ہری پور کی وہ اسارت گاہ جو آج تحریک نظام شریعت کے طفیل حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ
 اور دیگر علماء و مشائخ، اہل علم و قلم ارباب زہد و تقویٰ، زعماء ملک و ملت سیاستدان اور وکلاء اور سیاسی
 پارٹیوں کے جان نثار میڈروں اور ورکروں کا ایک عظیم الشان کمیپ بنی ہوئی ہے قارئین کو بھی اسکی کچھ جھلکیاں
 دکھا دی جائیں۔ ہمارے بہت سے قارئین جو پچھلے کئی ماہ سے الحق کی اشاعت میں بے قائدگیوں سے اکتا
 چکے ہیں اور نقش آغاز سمیت اسکے کئی سلسلوں کے ٹوٹ جانے سے شکوے شکایات کر رہے ہیں انہیں
 معلوم نہیں کہ گزشتہ ۷ جنوری سے یکدست تک الحق کے ایڈیٹر اور اس کا برائے نام سٹاف جو ایک دواؤد
 سے عبارت ہے، کتنے ہنگامی اور بحرانی حالات سے دوچار رہا۔ ایسے حالات میں پرچہ کا زندہ رہنا بھی
 قارئین کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ ادارہ الحق کسی معیاری کاتب کو معقول تنخواہ پر ملازم
 رکھنے سے قاصر ہے اس لئے اکوڑہ سے دور نوٹہرہ میں رہائش پذیر ایک جزوقتی کاتب کا کام کرنے والے کاتب
 کی رہائش گاہ کے چکر مہینہ میں کئی بار کاٹنے پڑتے ہیں کہ الحق کی کاتب مکمل ہو سکے۔ دوسری طرف جناب ایڈیٹر الحق
 جو دارالعلوم حقانینہ کے انتظامی امور کے علاوہ تدریس کی ذمہ داریوں کے ساتھ علاوہ کے بیشمار مسائل اور پیچھے مہانوں
 کی ہر وقت آمد و رفت اور اسفار وغیرہ گوناگوں مصروفیات میں گھرے رہتے ہیں اور اسی بھاگ دوڑ میں بعض

اوقات ایڈیٹر صاحب اپنے سفر کے دوران ایک ایک اور آدھے آدھے صفحہ کا مسودہ لکھ کر کتاب کے نام سپرد ڈاک کر دیتے ہیں کہ کسی طرح کتاب کا سلسلہ قائم رہے اور الحق کی اشاعت میں تاخیر نہ ہو۔ کتابت شدہ مضامین کی پروف ریڈنگ زیادہ تر سفر کے دوران ہی کرتے ہیں۔

کتابت کے دشوار گزار مراحل سے گزرنے کے بعد طباعت کیلئے پریچہ اکوڑہ خشک سے ۱۰۰ کلومیٹر دور پٹ ورمین واقع ایک پریس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جہاں طباعت اور بانڈنگ پریغنتہ عشرہ سے زیادہ لگ جاتا ہے۔ اس طرح وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ قارئین کا انتظار بھی شدید ہونے لگتا ہے اور شکایتی خطوط کی بڑھتی شرح جاتی ہے مگر قارئین کے خطوط کی تمنی ہمارے حوصلوں کو ہمیز کا کام دیتی ہے، کیونکہ ان کا غصہ و حقیقت ان کی محبت اور الحق کے ساتھ دلی لگاؤ کی دلیل ہے۔

پریچہ پریس کے جانگل آؤدار سے نکل کر اکوڑہ خشک اپنے دفتر پہنچتا ہے جہاں کوئی اتنا بڑا ڈاکخانہ نہیں جس کا شاف ہزاروں کی تعداد میں بھیجنے والے پریچہ کو ایک دن میں نمٹا سکے۔ اس وجہ سے الحق سے بھرے ہوئے ڈاک کے بیگ کئی کئی دن نکلنے رہتے ہیں یہ پھر ادارہ اپنے طور انتظامات کے تحت ڈاکخانہ کا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ ایک ہی دن میں ترسیل ہو بہر حال ایسی کئی ایک مشکلات جنہیں ایڈیٹر صاحب اور ادارہ حل کرنے میں کوشاں ہیں کی وجہ سے پریچہ کی اشاعت میں تاخیر ہو رہی جاتی ہے۔ بلاشبہ ایسے نامساعد احوال ہیں کہ پریچہ کے وسائل تو کیا محدود وسائل بھی نہ ہوں نہ رجال کار ہوں اور نہ ماحول ہو کسی ایسے پریچے کا بارہ سال تک زندہ رہنا بھی اور اسی سچ دھج کیسا تھا جو روز اول سے تھا کہ اس کا معیار بھی نہ گرنے پایا، محض خداوند کریم کے بے پناہ فضل و کرم کی دستگیری اور اس کے چلانے والے کے نہ ختم ہونے والے جذبہ جہد و عمل کا نتیجہ ہے ورنہ کتنے لوگ ہیں کہ دو چار سال ہی میں حالات کے سامنے پیر انداز ہو جاتے ہیں۔

الغرض یہ تو بعض ایسی مشکلات تھیں جو اکثر الحق کے ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ مگر گذشتہ پانچ چھ ماہ تو جس شورا شعری میں گذرے اس میں الحق کی اشاعت میں تاخیر پر جناب ایڈیٹر صاحب اور ادارہ سے شکوہ کرنا بھی ظلم ہے۔

جنوری کی پہلی دہائی میں وزیر اعظم بھٹو نے قومی اسمبلی توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان کر دیا تو حضرت شیخ الحد مولانا عبدالحق مدظلہ جنہوں نے دارالعلوم کے تدریسی، علمی اور اپنی روحانی مصروفیات کے ساتھ صغف اور طویل امراض اور پھر مخصوص طبیعت کی بناء پر اسمبلی کی رکنیت کا کوئی لمحہ بھی طیب خاطر سے نہیں گوارا کیا۔ اور پچھلی مرتبہ ۱۹۸۰ء کے انتخاب کیلئے بھی طبی مشکل سے اکابر جمعیت العلماء اسلام اور عامۃ المسلمین نے بے جا حائل

پر انہیں آمادہ کیا تھا، اب اسمبلی کے ٹوٹنے کے اعلان سے انہوں نے سکھ کا سانس لیا اور طبیعت ہشاش بشاش ہو گئی، مگر ادھر آپ پیڑھی سے اکڑہ خشک تشریف لائے ادھر حید ہی دن میں پاکستان قومی اتحاد اپنے اجلاس پشاور میں جس سیٹ پر سب سے پہلے متفق ہوا وہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ہی کی سیٹ تھی۔ اسی وقت حضرت مولانا مدظلہ نے حضرت مفتی صاحب اور دیگر حضرات سے باہر اپنی معذرت پیش کی، مگر قضا اصرار بڑھاتا گیا اتنا ہی ان حضرات نے اپنے فیصلہ کو حتمی اور ناقابل واپسی ہونے پر اصرار کیا پھر حضرت شیخ الحدیث نے اپنے حلقہ انتخاب کے غلصین احباب کو جمع کیا۔ ان کے سامنے بھی یہی صورت پیش آئی، آپ معلق اپنی مجبوریاں پیش کرتے رہے اور ادھر سے اصرار بڑھتا رہا ادھر بعض لوگوں نے مولانا مدظلہ کے ضعف اور معذرت کو دیکھ کر جناب ایڈیٹر صاحب کا نام پیش کیا مگر وہ اپنے لئے بھی اور حضرت مولانا مدظلہ کے لئے بھی اس انتخابی سیاست میں مزید الجھ جانے کو پسند نہیں کرتے تھے کہ دونوں صورتوں میں انتخابی سیاست کی خار دار جھاڑیوں سے الجھنا اور اسے عبور کرنے کا مشکل کام ایڈیٹر صاحب ہی کو انجام دینا پڑتا ہے۔ اور وہ اپنے تعلیمی، تدریسی اور تصنیف و تالیف اور صحافت کے مشاغل کو انتخابی سنگاموں اور سیاسی جھیلوں پر ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے۔

کافذات نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ سے ایک رات قبل جمعیت کے بعض اکابر نے اگر انتہائی عجز و انحراف سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو کافذات داخل کرنے پر مجبور کر دیا کہ اسمبلی میں آپ کے بابرکت وجود سے نفس موجودگی بھی خیر و برکت کا باعث ہوگی اور کسی مسئلہ میں اسلام کے لئے آپ کا ہاتھ اٹھانا بھی کافی ہوگا۔ مقابلہ میں اس وقت کے صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اور حکمران پارٹی کے صوبائی صدر جناب نصر اللہ خان خشک تھے، جو ۱۹۷۹ء میں بھی مولانا مدظلہ سے ہار چکے تھے اور اب جیسا کہ معلوم ہوا ہے وہ اپنے چیرمین بھٹو صاحب سے مجبور تھے اور اضطراباً انہوں نے حضرت شیخ الحدیث سے مقابلہ کے مرگِ مفاہات کو قبول کیا۔ اس وقت حکمران پارٹی بظاہر اپنے عروج کے انتہا پر تھی، بھٹو صاحب خود بھی بلا مقابلہ آئے اور ان کے چاروں وزراء اعلیٰ کے لئے بھی یہی پالیسی طے ہوئی کہ پارٹی کے کسی وزیر اعلیٰ کی شکست کی صورت میں حکمران پارٹی کی سالکھ کو بین الاقوامی طور پر نقصان پہنچتا ہے۔ بہر صورت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے تو کافذات داخل کر دیئے، آگے انتخابی معرکہ کارزار کو سر کرنا اور اس کی دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرنے کا کام تو چار دن چار مولانا سمیع الحق صاحب کے گلے پڑنا تھا، مرنے لگا کرتا، اب وہ کبریت باندھ کر اتنی ہی شہادت سے انتخابی معرکوں میں کود پڑے جس شدت سے حریف سے مقابلہ تھا، حریف ہر طرح سے اسلحہ سے لیس تھا، صوبائی حکومت کا سربراہ اور مرکزی حکومت کا نمائندہ ہی نہیں بلکہ جیتنا، لاکھوں کے فنڈ اور سرکاری وسائل ان کے پاس اور اس بیزردی سے حریف نے ان وسائل سے نائدہ اٹھا کر اخبار نوائے وقت (۱۹ فروری) کے بقول حلقہ انتخاب

کے کسی ایک چھوٹے سے قصبہ کے جلسہ کیلئے ایک سو بیس ٹرک پکڑے گئے۔ سرکاری محکموں کی جیب اور گاڑیاں الگ مخالفت میں شب و روز دوڑ رہی ہیں، ادھر انتظامیہ، اسے سی اور ڈی سی، آئی جی سے لے کر کمشنر اور گورنر تک حریف کی کامیابی میں حیران و سرگردان (مولانا مظلہ کے جعلی واپسی کے کاغذات داخل کرنے اور بھگتاتے میں بھی ان سب لوگوں نے حریف کے لئے آگے کارہونے کا فریضہ انجام دیا)۔ حریف امیدوار نے پشاور کا وزیر اعلیٰ ہاؤس چھوڑ کر نوشہرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ کئی ٹیلیفون لائنیں لگ گئیں۔ پولیس کے بڑے بڑے انفرمیشنل نوٹہرہ کے مفکر الحمال اور سپاہانہ بسنیوں میں جا جا کر غریب لوگوں کو دھونس سے وزیر اعلیٰ صاحب کو کامیاب کرنے کے احکام نافذ کرتے خود وزیر اعلیٰ صاحب انتخابی مہم میں جہاں بھی جاتے ہسپتالوں، سڑکوں، سکولوں، آبنوشی، بجلی، صحت، تعلیم کے منصوبوں کے ہوائی طومار باندھتے، ان دنوں مشہور تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب گاڑی میں اپنے ساتھ فنیہ اور چونا بھی رکھتے ہیں، اور جہاں کسی گاؤں میں لوگوں کا مطالبہ سنا یا کسی ضرورت کا احساس ہوتا تو وہیں فنیہ سے کوئی زمین ناپ کر چرنے سے نشان لگوا دیتے کہ یہی سکول اور ہسپتال ہے، بس ہر فن بننے کی دیر ہے۔ اس ضمن میں وزیر اعلیٰ صاحب نے پی کے ناچی دیہات کے ایک دن کے دورے میں جن منصوبوں اور ترقیاتی سکیموں کا دیہاتی باشندوں کے سامنے اعلان کیا، ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کیلئے کم از کم دس کروڑ روپے درکار تھے، یہ نہ ہو سکتا تھا کہ ان وعدوں کے پیچھے تکمیل کا کوئی داعیہ تھا، مگر دیہاتی باشندوں کو کسی طرح مولانا مظلہ سے کاٹ کر روٹ حاصل کرنے کی ہر دہ سعی جو حریف امیدوار کر سکتا تھا اس نے اس میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ بہر حال ایسے حریف سے مولانا سمیع الحق صاحب جو ساری انتخابی مہم کے انچارج تھے کو تحصیل کے مخلص بے لوث و رکروں رضا کاروں اور حضرت مظلہ کے نڈائیوں سے غش پڑا جب کہ خود مولانا کے پاس ایک دو ٹوٹی پھوٹی گاڑیوں کے علاوہ ایک جیب تک نہیں تھی۔ اور یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ کاغذات نامزدگی سے لیکر کاغذات کی واپسی ۲۹ جنوری تک وہ کیا کچھ تھا جو حریف نے حضرت مظلہ کو راستہ سے ہٹا کر خود بلا مقابلہ منتخب ہو جانے کیلئے نہ کیا۔ حضرت مظلہ تو علالت کی وجہ سے گھر ہی میں رہے اور ان لوگوں سے بالکل پس پردہ جن کی ذات بابرکات وزیر اعلیٰ اور اس کے حواریوں کی رسائی بھی نہ ہو سکی مگر ان دنوں تحریریں و ترغیب اور ڈرنے دھمکانے کی کوئی ایسی صورت نہ تھی جس سے براہ راست مدیر صاحب کو گذرنا پڑا ہو، عموماً یہ حملے رات کو ہوتے تھے اور دن کو بھی تعاقب جاری رہتا تھا۔ مرکز میں وزارت، سینٹ کی ممبری، صوبائی ممبری، دارالعلوم کو موجودہ معیار سے دس گنا ترقی دینے کے نام سے اسلام کی درد مندی کے لبادہ میں طول طویل رقعات کی پیشکش، علی ہذا القیاس۔ مگر ایڈیٹر صاحب ایجنٹوں کی کوئی بات سننے بغیر ہی ایک خندہ استہزاء سے ان کے ظرف اور ذہنیت کے پر خچے اڑا دیتے اور کہتے کہ اللہ کے بندوں کی ایک حدت کا نہیں یہ تیر شاہ ولی اللہ شہید اور شیخ الحدیث کی تحریک ہے۔

جیل سے ایک خط

مجدد الف ثانی کا دیا ہوا دس ہے، اسکی کوئی قیمت، دنیا سے حقیر کی منڈی میں لگائی ہی نہیں جاسکتی۔ پھر دھکیوں پر بات آجاتی یعنی دارالعلوم کو اسطبل بنانے (نغذ باللہ) اور قتل و قاتل کے اسکانات، مگر آپ کہتے کہ کوئی بات نہیں اب نہ حضرت شیخ الحدیث کے گھر کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اور سب سے چھوٹا بچہ راشد (مدیر اعلیٰ کے فرزند) بھی اس راہ میں لگ جائیں تو رہے نصیب۔ پھر جگہوں کی بات ہوتی کہ ہم ملک کے معزز ترین افراد بشمول جیمین بھر صاحب کا جرگہ مولانا کے سامنے لائیں اور مولانا مدظلہ دستبردار ہو جائیں۔ یہ سب حربے ناکام ہوئے اور حریف ہر لحاظ سے اپنے آپ کو مقابلہ کے میدان میں پائے لگا۔ تو ۲۸ جنوری کو بعلیت تمام نہایت ناقص منصوبہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے وزیر اعلیٰ صاحب کے حق میں دستبردار ہونے کے کاغذات داخل کرادے، ریٹرننگ آفیسر اسے سی صاحب نوشہرہ بھی ان کے جتیم و ابرو کے اشارہ پر چلنے والے وکیل بھی اور گواہ بھی ان کے انتخابی درکر خود ہی نصف خود ہی گواہ۔ ۲۹ جنوری کو صبح سویرے فون کی گھنٹی بجی، ایڈیٹر صاحب نے رسیور اٹھایا۔ پتی سے ایک جان نثار چیخ رہا تھا کہ اخبارات اور ریڈیو سے مولانا مدظلہ کی دستبرداری کا اعلان کیسے ہوا۔ یہ اس دن کے اخبارات کی ہیڈ لائن تھی اور انتہی شہ سرخیوں کو پشاور ریڈیو نے صبح صبح نشر کر دیا تھا۔ یہ اطلاع ایک مہ سے کہ نہ تھی دشمن نے ہر طرح ناکامی دیکھ کر جل و فریب کی آڑ لی تھی اور اس کا نشانہ بھی اب حضرت مولانا مدظلہ سے زیادہ بے چارے ایڈیٹر اعلیٰ ہی بنے والے تھے، خیالات اور دلوں کی دنیا کرسی کا پہرہ ہوتا نہیں، اب جتنے منہ اتنی باتیں اور باتیں نہ سہی تو دل و دماغ تو ہر طرح کے خیالات کو جھمک کر سکتے ہیں۔ مگر ایڈیٹر صاحب نے اللہ کا نام لیکر حماقت دور پھینک دیا اور اس شدت سے آخر تک اس دل و فریب کا دھنسنے تک دن رات ایک کر کے مسلسل تعاقب کیا کہ جب تک اسلام آباد کے الیکشن کمیشن کے آڈیٹوریم ہال میں اس پر فریب جھلسا نہی کے پر خچے نہیں اٹنے اس وقت تک دم نہ لیا۔ اسی دن حضرت مفتی محمود صاحب پشاور میں تھے، یہ خبر سننے ہی صبح صبح نوشہرہ پہنچے حضرت شیخ الحدیث نے فوراً تردیدی بیان جاری کیا، مجمع میں تردیدی تقریر کی، حضرت مفتی صاحب نے پشاور میں پولیس کانفرنس بھی کی، مدیر صاحب نے اسی دن وزیر اعظم اور الیکشن کمیشن کو تار و سہ۔ الیکشن کمیشن سجاد صاحب سے فون پر حضرت مفتی صاحب نے بات کی یہ سب تفصیلات اخبارات اور رسائل میں آتی رہی ہیں۔ یہاں تک کہ مولانا مدظلہ کیساتھ اس فریب کاری کی گونج بی بی سی اور وائس آف امریکہ، ریڈیو جرمنی سے بھی سنائی دی۔

کیس چیف الیکشن کمیشن کے پاس گیا، نہایت مختصر وقت میں کیس کی دستاویزی بنیادی اور ۵-۵ نائل مکمل کرنے کا چیف صاحب نے دوسرے دن تک داخل کرنے کا حکم صادر کیا اور اب ایڈیٹر صاحب کو ایک نئے تجربہ (عدالت، کچہری، دکلاد وغیرہ) سے دو چار ہونا پڑا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو ایک دوست کی جگہ

ٹھہر کر آپ نے ۲۴ گھنٹے میں کیس کی تیاری کا معرکہ بھی سر کر لیا۔ دوسرے دن ۲ بجے تک کئی سو بیانات حلفی نوٹسٹیٹ اخبارات کے تراشے اور مدلل دعویٰ نام وزیر اعلیٰ کے نائل تیار ہو گئے۔ خدائے بھی ہر طرح مدد فرمائی ایڈیٹر صاحب نے احتیاطاً

اس کے برہمی صاحب (جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے دل و جان سے معتقدین میں سے ہیں) سے بھی کراچی فون پر بات کی، انہوں نے فرمایا کہ میں کل راولپنڈی میں ہوں گا، انٹر کانٹینٹل میں بیٹے، دوسرے دن انہوں نے حالات سے تو حضرت کے تعلق کیوجہ سے آبدیدہ ہو گئے اور ایڈیٹر صاحب کا دھانا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے اوپر کافی دیر تک لگائے رکھا۔ حاضرین مجلس سے کہہ رہے تھے کہ دیکھئے کیسے کیسے لوگ ان حالات کا شکار ہو گئے۔ اب اوروں کی کیا بات کی جائے۔ پھر مدیر صاحب سے کہا کہ اس کیس کا یہاں عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ نہ ہوا تو میں اسے خود آگے عدالت میں لیکر جاؤں گا۔ اور مولانا مدظلہ سے کہئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پورا اختیار دیا ہے اگر ضرورت سمجھیں توجہ چاہیں بلائیں۔ مجھے حکم دیں میں آجاؤں گا۔ سنہ ۱۴۲۸ھ ایکشن کیشنز میں پیش ہوا۔ جناب سجاد احمد جان چیف ایکشن کیشنز عبدالحمید طہسین جی، سید عابد علی، شکیل کیشن کے سامنے حضرت شیخ الحدیث پیش ہوئے، ہال کچھا کچھ بھرا ہوا تھا، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ترین عدالت میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے اپنے اساتذہ حضرت مدنی اور حضرت شیخ الہند جیسے بزرگوں کی سنتوں کی تقلید کردہائی کو عمر کے آخری ادوار میں عدالتوں کے مراحل سے بھی دین کے لئے گزیدیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو حق تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی جن ظاہری انوار و علامات سے بھی نوازا ہے اور خدائی ہئیت وہ یہاں بھی کام آئی جناب چیف ایکشن کیشنز نے سماعت شروع ہونے سے قبل ہدایت ادب و احترام سے مولانا مدظلہ کو مخاطب کیا اور فرمایا آپ کرسی پر آرام سے تشریف رکھ کر کاروائی میں حصہ لیں کاروائی شروع ہوئی جو ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہی، مولانا مدظلہ کے دلیل جناب بشیر احمد انصاری تھے اور اعزازی طور پر جناب سینئر اور برسر طور الحق بار ایٹ لار اور دیگر وکلاء بھی آخر تک موجود رہے، مخالف فریق اپنے طور پر اعلیٰ سے اعلیٰ وکلاء کو لاکچے تھے، یہاں حق و صداقت ایسا نمایاں رہا کہ ایکشن کیشن کے سربراہ سمیت دیگر ارکان خود مولانا مدظلہ کے گویا وکیل بن گئے مخالف فریق کے بے سرو پا جرحوں کا خود چیف صاحب نوٹس لیتے رہے اور ڈانٹتے رہے پھر خود حضرت شیخ الحدیث نے جس سادے اور مؤثر مختصر جوابات دئے اس سے بھرے ہوئے ہال میں داد تحسین کی آوازیں گونجنے لگیں اس کاروائی کا کچھ نہ کچھ حصہ اخبارات میں شائع ہوا تو کیشن کے فیصلہ دینے سے قبل بھی جس نے اسے پڑھا اس نے یہی کہا کہ اب رسمی اعلان باقی ہے۔ مولانا مدظلہ کو خدا نے اس کیس میں فتح دی، حق واضح ہو گیا۔ آگے فیصلہ جو بھی ہوا کہ چیف ایکشن کیشنز نے ایک اہم پریس کانفرنس بلا کر اس مقدمہ میں مولانا مدظلہ کو حق بجانب قرار دینے کا اعلان کیا اور مولانا کے نام پر والدہی کے کاغذات کو جعلی اور غیر قانونی قرار دیا اور وزیر اعلیٰ صاحب کو بادل خواستہ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ مقابلہ پر مجبور ہونا پڑا جو خود ایکشن کے دوران اپنی دینی بے اعتیالی، کم علمی یا جذبات میں مغلوب ہو کر ہتھیار لوگوں کے سامنے یہ کہتے پھرتے رہے کہ میں کیسے مقابلہ کروں اور جیتوں جبکہ خود باللہ میرے مقابلہ میں تو پیغمبر کھڑا ہو گیا ہے۔ چیف ایکشن کیشنز کی طرف سے شیخ الحدیث مدظلہ